تفسیر محمدیؒ کے مآخذ اوران کا علمی مقام

* ڈاکٹر محمد حمود لکھوی

"Tafseer-e-Muhammadi" is a detailed interpretation of The Holy Quran written by Hafiz Muhammad bin Barakallah Lakhvi, a renowned scholar of sub-continent of nineteenth century. The author started writing this exegesis of Quran in the year 1285AH (1868AD) and opted "Moodheh e Furqan" as a historical name for this book that indicates its year of beginning through numbers of its alphabetical letters. It was first detailed commentary of the Quran ever written in the Punjabi language in the shape of verse comprising seven huge volumes and more than three thousand full size pages. It is divided into seven volumes according to the stages or (Manazil) of the Holy Quran. Every volume covers a stage or Manzil of the Holy Quran. This sense of division while writing the exegesis of the Holy Quran is very rare and makes this aspect of the Tafseer distinctive too. It is written in Punjabi couplet keeping in view the mental level and acceptability of the people of the province of the Punjab. It is very significant to have an analytical look upon the sources of any book to ascertain its authenticity. The introduction and study of scholarly position of Tafseer-e-Muhammadi's sources is discussed in the paper.

تفسیر محمدی ملقب بہ موضح فرقان قرآن مجید کی اولین منظوم پنجابی تفسیر ہے یہ مکمل تفسیر قرآن مجید فرقان حمید کی سات منازل کے مطابق سات جلدوں پر مشتمل ہے۔اس تفسیر کو موضح فرقان کے تاریخی نام سے تالیف کیا گیا اور تفسیر محمدی کے نام سے مشہور ہوئی۔

اس تفسیر کے مصنف حافظ محمد لکھویؒ ہیں۔جو کہ حافظ محمد بن بارک اللہ لکھو کے والے کے نام سے شہرت رکھتے ہیں۔حافظ صاحبؒ نے اس تفسیر کی ابتداء ۱۲۸۶ھ بمطابق ۱۸۶۹ء میں کی اور دس سالوں میں یعنی شوال ۱۲۹۶ھ بمطابق ۱۸۷۹ء کو تکمیل کو پہنچی۔اس کی پہلی منزل آغاز کار سے دو سال بعد ۱۲۸۸ھ میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی۔اس کے بعد اس تفسیر کے کئی ایڈیشن مسلسل شائع ہوتے رہے سب سے آخری اشاعت ۱۳۳۹ھ کی ملتی ہے۔اس کے بعد تفسیر محمدی عرصہ تقریبا چوراسی سال بعد رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ بمطابق

* لیکچرر، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، اوکاڑہ۔

۲۰۰۲ء میں مکمل سات جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔ تفسیر محمدی میں دو ترجمے ہیں۔ ایک ترجمہ فارسی زبان میں ہے جو کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی فارسی تفسیر فتح الرحمٰن سے لیا گیا ہے۔ اور دوسرا ترجمہ پنجابی نثر میں ہے۔ جو حافظ صاحبؒ کا اپنا ترجمہ ہے۔

کسی بھی کتاب کی علمی حیثیت اور مقام مرتبہ کے تعین کیلئے اس کتاب کے مآخذ نہایت اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ ذیل میں تفسیر محمدی کے مآخذ کا تعارف اور ان کا علمی مقام پیش خدمت ہے تاکہ قارئین کرام کے سامنے تفسیر محمدی کی علمی حیثیت اجاگر ہو سکے۔ حافظ محمد لکھویؒ نے درج ذیل تفاسیر سے استفادہ کیا جن کا تذکرہ آپ کی تفسیر میں جا بجا ملتا ہے

۱۔ فتح الرحمٰن۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

۲۔ ترجمہ شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ

۳۔ موضح القرآن۔ شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ

۴۔ تفسیر عزیزی۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی

۵۔ تفسیر معالم التنزیل۔ محی السنہ ابو محمد حسین بن مسعود الفراء البغویؒ

۶۔ تفسیر مظہری۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ

۷۔ تفسیر کبیر۔ امام فخر الدین رازیؒ

۸۔ تفسیر البیضاوی۔ عبداللہ بن عمر بن محمد بیضاویؒ

۹۔ تفسیر مدارک۔ عبداللہ بن احمد بن محمود نسفیؒ

۱۰۔ تفسیر جلالین۔ جلال الدین محلی وجلال الدین سیوطیؒ

۱۱۔ تفسیر در ریعنی در منثور جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطیؒ

۱۲۔ احمدی۔ احمد بن ابو سعید ملا جیونؒ

۱۳۔ الفوز الکبیر۔ شاہ ولی اللہؒ

۱۴۔ تفسیر الکشاف۔ محمود بن عمر

۱۵۔ تفسیر زاہدی۔ میر محمد زاہد بن قاضی محمد اسلم ہروی

۱۔ فتح الرحمان:

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے فارسی ترجمہ قرآن کا نام ہے۔ شاہ ولی اللہؒ کی تصانیف میں

سب سے اہم تصنیف قرآن مجید کا یہ فارسی ترجمہ ہے۔اس ترجمہ سے عوام الناس پر قرآن فہمی کے دروازے کھل گئے کیوں کہ اس دور میں حکومت ہند کی سرکاری زبان فارسی تھی اس لیے قرآن پاک کو عام فہم بنانے کے لیے اس کا مروجہ زبان میں ترجمہ کیا جانا بہت ضروری تھا۔ مسلمانوں کی یہاں ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ تک حکومت بھی قائم رہی لیکن اس سے قبل کلام اللہ کو کسی بھی دوسری زبان میں ترجمہ کر کے منتقل نہیں کیا گیا تھا۔یہ مبارک کام اللہ تعالیٰ نے شاہ ولی اللہؒ کی قسمت میں ہی لکھا تھا۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا نام نامی اسم گرامی ہی ان کے اس ترجمے کی عظمت اور علمی مقام ومرتبہ کو ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے۔شاہ صاحبؒ کو علوم تفسیر، حدیث اور فقہ وفلسفہ میں جو اعلیٰ مقام حاصل ہے۔ آپؒ کی ہر تصنیف بذات خود ایک سند کا درجہ رکھتی ہے۔حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقام ومرتبہ اور ان کی علمی وجاہت کے پیش نظر بلاشبہ آپؒ کو اپنے وقت کا امام ہونے کا شرف حاصل ہے۔

حافظ محمد صاحبؒ نے حضرت شاہ ولی اللہؒ کے اسی مقام ومرتبہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کے ترجمے کو اپنی تفسیر میں بنیادی مآخذ کے طور پر اولیت دی ہے۔

شاہ ولی اللہؒ کے مقام ومرتبہ کے متعلق عبدالصمد صارم الازہری تحریر فرماتے ہیں:۔

''آپ کی تصانیف عرب ومصر میں بھی مقبول ہوئی ہیں۔ہندوستان میں علم دین کے تقریباً تمام سلاسل آپ کی ذات والاصفات سے وابستہ ہیں۔ (۱)

حضرت شاہ ولی اللہؒ کے ترجمہ کے بارے میں مولانا محمد رحیم بخش دہلوی فرماتے ہیں:۔

''یہ قرآن مجید کا ایک نہایت مختصر ترجمہ ہے۔جو ایک عجیب دلچسپ پیرائے میں لکھا گیا ہے۔ بڑے بڑے معرکتہ لآ راء مضامین اور نہایت اہم اور دقیق مطالب چند مختصر اور گنتی کے الفاظ میں خوبصورتی اور جامعیت کے ساتھ ادا کیے ہیں''۔(۲)

پروفیسر ڈاکٹر محمد نسیم عثمانی حضرت شاہ ولی اللہؒ کے کارناموں کو اس طرح بیان فرماتے ہیں:۔

''بہرحال شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے دیگر کارناموں میں سے قرآن شریف کا اس وقت کی مروجہ زبان فارسی میں ترجمہ بھی ایک بڑا کارنامہ ہے اور اس کو کسی طرح بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا''۔(۳)

فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن کے بارے میں محمد طاہر مصطفیٰ اپنی کتاب ''تفسیری رجحانات کا ارتقاء'' میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"اس ترجمہ کی خوبی یہ ہے کہ اس میں مقدار تعمیم اور تخصیص، عربی کے بالکل مشابہ ہے۔ اگرچہ بعض مقامات پر ناظرین کی آسانی کے لیے اس شرط کو نظر انداز بھی کیا گیا ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ ترجمہ اپنے حسن وخوبی کے لحاظ سے بہت لاثانی ہے۔ اور اس کی مختصر شرح بہت سے فوائد کی حامل ہے۔ اور شارح نے جس نظر اور فکر سے کتاب عظیم کو سمجھا ہے یہ ترجمہ اسی کا عکس ہے"۔(۴)

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا یہ ترجمہ برصغیر پاک وہند میں قرآن فہمی کا سب سے پہلا ذریعہ ہے۔ قبل ازیں ہندوستان میں مسلمانوں کا ایک لمبے عرصے تک اقتدار بھی رہا۔ لیکن قرآن مجید کے ترجمے کی کسی کو ہمت نہ ہوئی۔ یہ کام بلاشبہ شاہ صاحب کا عظیم کارنامہ ہے۔ جس کے ذریعہ سے برصغیر کے مسلمانوں کے لیے قرآن مجید کو سمجھنا آسان ہوگیا۔ اور اس کے بعد جتنے بھی مترجم یا مفسر آئے انہوں نے اسی ترجمے کی بنیاد پر مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے ترجمے کیے۔

حافظ صاحبؒ نے بھی اپنی تفسیر میں شاہ صاحبؒ کے ترجمے کو بنیاد بنا کر قرآن مجید کا پنجابی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔

۲۔ترجمہ حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ:

آپ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے فرزند ارجمند تھے۔ آپ نے اپنے باپ سے علمی میراث پائی۔ خاندان ولی اللہ کے چشم و چراغ ہونے کی وجہ سے تفسیری ادب میں خاص مقام ومرتبہ کے حامل ہیں۔ آپ کا قرآن مجید کا اولین اردو ترجمہ قرآن فہمی میں بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے اور آج بھی مقبول ومتداول ہے۔

حافظ صاحبؒ نے شاہ رفیع الدینؒ کے بلند پایہ ترجمہ قرآن سے استفادہ کیا اور اس کے اعلیٰ مقام و مرتبہ اور عام فہم ہونے کی وجہ سے اپنی تفسیر کے ماخذ کے طور پر شاہ ولی اللہؒ کے ترجمہ کے بعد اولیت دی ہے۔ اپنی تفسیر محمدی میں پنجابی ترجمہ کرتے ہوئے شاہ رفیع الدین کے ترجمے کو بھی ملحوظ رکھا ہے۔

اس سلسلے میں حافظ صاحبؒ تفسیر محمدی کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

وچہ بعضے جا لحاظ رفیع الدین دے ترجمے والا

پر اکثر شاہ ولی اللہ ترجمہ اول سطرے والا (۵)

آپ شاہ ولی اللہؒ کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ آپ کا زیادہ وقت عبادات اور درس وتدریس میں صرف ہوتا تھا۔ اس لیے تصنیف وتالیف کی جانب کم توجہ دے سکے۔ چند تصانیف آپ کی یادگار ہیں۔ جن

میں ترجمہ قرآن حکیم کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس لیے کہ اس وقت اردو زبان کے جو ترجمے موجود ہیں ان میں اس ترجمہ کو اولیت کا فخر حاصل ہے۔(٦)

بقول عبدالصمد صارم ترجمہ شاہ رفیع الدین دہلوی (۱۲۳۸ھ) بھی مقبول و مستند ہے۔ بار ہا شائع ہو چکا ہے اور اب تک برابر اس کی اشاعت جاری ہے۔(۷)

یہی رائے محمد مصطفیٰ صاحب کی ہے:۔

''یہ بھی شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے فرزند جلیل شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ کا ترجمہ و تفسیر ہے۔ یہ عربی قرآنی متن کے تحت شاہ صاحب کا لفظی ترجمہ ہے حاشیہ پر شاہ عبدالقادر کی موضح القرآن ہے''۔(۸)

اس ترجمہ کی اس اہمیت کے پیش نظر حافظ صاحبؒ نے شاہ رفیع الدین کے ترجمہ سے استفادہ کیا تا کہ قرآن مجید کا صحیح مفہوم اہل پنجاب تک پہنچ سکے۔

۳۔موضح القرآن:

شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ بھی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے صاحبزادے تھے۔ آپ کا شمار بھی مفسر علماء میں ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے بڑے بھائی شاہ عبدالعزیز سے کسب فیض کیا۔ اور اپنے والد بزرگوار کی طرح دین اسلام کی نشر و اشاعت میں مصروف ہو گئے۔ قرآن مجید کی تعلیمات کے فروغ کے لیے آپ نے قرآن مجید کا اردو میں ترجمہ کیا۔ یہ با محاورہ ترجمہ ہے اور نہایت مقبول ہے۔ اس ترجمہ کا نام موضح قرآن ہے۔ ترجمے کے ساتھ ساتھ مختصر تفسیر بھی ہے۔ موضح قرآن تاریخی نام ہے جس کی اہمیت مصنف ''اردو تفاسیر'' اس طرح بیان کرتے ہیں:۔

''خانوادہ ولی اللٰہی کے چشم و چراغ شاہ رفیع الدین دہلوی کے اردو ترجمے ۱۱۹۰ھ کے پندرہ سال بعد ان کے بھائی شاہ عبدالقادر دہلویؒ کا ترجمہ قرآن مجید مع اردو تفسیر موضح قرآن کی تصنیف عمل میں آئی۔ اور مبدء فیاض سے شہرت دوام کا درجہ عطا ہوا۔ شاہ عبدالقادر کی تفسیر موضح قرآن ۱۲۰۵ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچی''۔(۹)

قرآن مجید کا اردو ترجمہ آپ کا عظیم کارنامہ ہے۔ یہ ترجمہ با محاورہ ہے اور زبان و بیان کے لحاظ سے اتنا اچھا ہے کہ ہر زمانے میں متداول و مقبول رہا۔ اور بڑے بڑے مترجمین بطور نمونہ اس کو استعمال کرتے رہے۔ اس کے ساتھ انہوں نے بعض حصوں کی تفسیر بھی کی ہے۔ جو موضح قرآن کے نام سے مشہور اور قدر

کی نظر سے دیکھی جاتی ہے۔(۱۰)

عبدالصمد صارم الازہری اردو تراجم کا تذکرہ کرتے ہوئے تیسرے نمبر پر شاہ عبدالقادر دہلوی کے ترجمے کو شمار کرتے ہیں:۔

''یہ نہایت معتبر و مستند اور مقبول ترجمہ ہے۔اور بعد کے تمام اردو ترجمہ کرنے والوں نے اس سے مدد لی ہے۔ یہ ترجمہ اتنی مرتبہ مختلف سنین اور مختلف مطابع میں شائع ہوا ہے کہ اس کا صحیح شمار نہیں بتایا جاسکتا اور اب تک اس کی اشاعت برابر جاری ہے''۔(۱۱)

شاہ عبدالقادر دہلویؒ کے ترجمہ کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر حافظ محمد صاحبؒ نے اپنی تفسیر محمدی میں قرآن مجید کا ترجمہ کرتے ہوئے شاہ صاحب کے ترجمہ کو بھی ملحوظ رکھا ہے۔تاکہ پنجاب کے عوام کے لیے قرآن مجید کو سمجھنے میں آسانی ہو۔اس ترجمہ کے متعلق محمد طاہر مصطفیٰ لکھتے ہیں:۔

''ان کا یہ ترجمہ قرآن کے اردو تراجم میں سنگ بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔یہ ترجمہ اردو ادب کی شاہکار تصانیف میں سے ایک ہے''۔(۱۲)

شاہ صاحبؒ کا یہ ترجمہ چونکہ بامحاورہ ہے اور اردو زبان میں قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے نہایت مفید ہے۔اسی وجہ سے حافظ صاحب نے اس اردو ترجمہ سے بھی بھرپور استفادہ کیا۔

۴۔تفسیر فتح العزیز معروف بہ تفسیر عزیزی:

تفسیر فتح العزیز المعروف بہ تفسیر عزیزی حضرت شاہ ولی اللہؒ کے بڑے بیٹے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تصنیف ہے۔آپ بھی اپنے والد بزرگوار کی طرح عالم فاضل، مفسر قرآن اور محدث وفقیہہ تھے۔ دین اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لیے آپ نے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔آپ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی دوسری بیوی کی اولاد میں سب سے بڑے تھے۔

تاریخ تفسیر کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تفسیر فتح العزیز ایک نامکمل تفسیر ہے۔ جس کے متعلق جمیل نقوی نے اپنی کتاب ''اردو تفاسیر'' کے اندر ضمیمہ ج میں فارسی تفاسیر کے تذکرے میں چھٹے نمبر پر تفسیر فتح العزیز کا تذکرہ کیا ہے:۔

''عبدالعزیز دہلوی شاہ، تفسیر فتح العزیز (۲ حصے: ۱۔سورہ فاتحہ سے سیقول کے ربع تک۔

۲۔تبارک الذی، عم یتساءلون تک)''(۱۳)

اسی طرح اردو میں تفسیری ادب کے مصنف ڈاکٹر محمد نسیم عثمانی فارسی تفاسیر کا تذکرہ کرتے ہوئے اسے

پارہ عم کی تفسیر قرار دیتے ہیں۔(۱۴)

تاریخ القرآن میں مختلف زبانوں میں تراجم قرآن مجید کی فہرست پیش کرتے ہوئے فارسی تراجم میں عبدالصمد صارم نے پانچویں نمبر پر شاہ صاحب کے ترجمے کا ذکر کیا ہے۔(۱۵)

بہرحال خانوادۂ ولی اللّٰہی کی دینی وعلمی خدمات اوران کے مقام ومرتبہ اورعلمی افادیت کے پیش نظر حافظ صاحبؒ نے اپنی تفسیر محمدی میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تفسیر عزیزی سے بھی استفادہ کیا ہے۔ اور جگہ جگہ تفسیر عزیزی کے حوالے بھی دیے ہیں۔

۵۔ تفسیر معالم التنزیل:

تفسیر معالم التنزیل پانچویں صدی ہجری کی ایک بلند پایہ تفسیر ہے۔ جسے امام بغویؒ نے پانچویں صدی ہجری کے اواخر میں تصنیف فرمایا۔ یہ ایک متوسط اور جامع تفسیر ہے۔ جس میں احادیث نبویہ اور اقوال وآثار سلف کی روشنی میں قرآن مجید کی تفسیر کی گئی ہے۔ یہ تفسیر انتہائی مختصر اور سہل انداز میں قرآن مجید کی تشریح وتوضیح کرتی ہے۔ یہ شہرہ آفاق اور مستند تفسیر ہے۔ اور تفسیر بالماثور میں ایک اہم اور افضل مقام کی حامل ہے۔اسی وجہ سے حافظ محمد بن بارک اللہؒ نے اس تفسیر کو اپنی تفسیر کے بنیادی ماخذ کے طور پر منتخب کیا۔اس تفسیر علمی مقام ومرتبہ اورطریق تفصیل پیش کیا جاتا ہے

معالم التنزیل کا طریق تفسیر اورعلمی مقام باقی تفاسیر کی نسبت بالتفصیل بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مذکورہ تفسیر،تفسیر محمدی کے مآخذ میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔

ا۔ طریق تفسیر:

امام بغویؒ کی تفسیر معالم التنزیل تفسیر بالماثور ہے۔یعنی اس تفسیر میں قرآن مجید کی تشریح وتوضیح ارشادات الرسولؐ اور اقوال صحابہ اور تابعین اوران کے اتباع کے اقوال کے ذریعے کی گئی ہے۔یہ ایک مستند تفسیر ہے۔ جو ہر طبقے کے علماء کے درمیان مقبول ومتداول رہی ہے۔اور کتب تفسیر بالماثور میں اعلیٰ وافضل مقام رکھتی ہے۔

تفسیر معالم التنزیل کے طریق تفسیر کے بارے میں حافظ محمد بن بارک اللہ صاحبؒ اپنی تفسیر کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں۔عبداللہ بن عباس کنوں اوہ اکثر نقل لیایا

جو سب یاراں تھیں وڈا مفسر افضل

امت پایا

جسنوں کہیا پیغمبر دہے تس علم کتاب

خدایا

بھی دینی سمجھ فقہ دی اسنوں تاہیں

رتبہ پایا(۱۶)

اپنے طریق تفسیر کے بارے میں امام بغویؒ اپنی تفسیر کے مقدمہ میں اس کی وضاحت فرماتے ہیں۔ جس کا ذکر حافظ صاحب نے کیا ہے:۔

"وما نقلت فيه من التفسير عن عبدالله بن عباس رضي الله عنهما حبر هذه الأمه، و من بعده من التابعين و ائمة السلف".(۱۷)

معالم التنزیل کے انداز تفسیر کے بارے میں غلام احمد حریری تحریر فرماتے ہیں:۔

یہ مختصر اور سہل انداز میں قرآن مجید کی تشریح و توضیح کرتی ہے۔ بغوی علمائے سلف کے اقوال اکثر بلا سند ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً یوں کہتے ہیں:۔

"قال ابن عباس كذا و كذا و قال مجاهد" كذا و كذا"

ابن عباس نے یوں کہا اور مجاہد نے یوں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ تفسیر کے مقدمہ میں بغوی نے ایسے تمام اساتذہ تک اپنی سند ذکر کر دی ہے۔ جن سے وہ نقل و روایت کرتے ہیں۔ آگے چل کر کتاب میں اختصاراً سند ذکر نہیں کرتے۔ البتہ اگر وہ ایسے لوگوں سے روایت کریں جن کا ذکر انہوں نے مقدمہ میں نہیں کیا تو پھر وہ سند ذکر کر دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ رواۃ و رجال پر نقد و جرح بھی کرتے جاتے ہیں۔ غیر متعلق اقوال و آثار اور منکر روایات سے احتراز کرتے ہیں(۱۸)

غلام احمد حریری مزید لکھتے ہیں:۔

"اس کے مؤلف کلبی جیسے ضعیف راویوں سے بھی روایت کرتے ہیں۔ نیز یہ کہ وہ قرائتوں کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ مگر اس میں مبالغہ نہیں کرتے۔ اکثر مفسرین اپنی تفاسیر میں نحوی مسائل کی بھرمار کرتے ہیں۔ مگر بغوی اس سے احتراز کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ دیگر غیر متعلقہ علوم کے ذکر و بیان سے بھی بہت کم دلچسپی لیتے ہیں۔(۱۹)

علمی مقام و مرتبہ:

تفسیر معالم التنزیل، تفسیر بالماثور میں ایک اعلیٰ مقام کی حامل ہے۔ جس طرح امام بغویؒ کو علماء مفسرین اور محدثین میں اعلیٰ علمی مقام اور تفوق حاصل ہے اسی طرح آپ کی تصنیف بھی دیگر تفاسیر بالماثور میں بلند مقام و مرتبہ اور فوقیت کی حامل ہے۔

آپؒ نے اصول تفسیر کی بنیاد پر تفسیر معالم التنزیل کو تصنیف کیا اور مفسرین صحابہ، تابعین اور اتباع تابعین کے اقوال جمع کرتے ہوئے قرآن مجید کی صحیح تفسیر پیش کی۔ تفسیر کے بنیادی اصولوں پر مبنی ہونے اور اقوال و آثار سے مزین ہونے کے سبب تفسیر معالم التنزیل تمام طبقات کے علماء کے مابین اعلیٰ علمی مقام و مرتبہ رکھتی ہے۔ اس تفسیر کے علمی مقام و مرتبہ کو اجاگر کرتے ہوئے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ رسالہ اصول تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''بغوی کی تفسیر اگرچہ ثعلبی کی تفسیر سے مختصر ہے مگر ایسی موضوع روایات اور بدعتی آراء سے انہوں نے اسے محفوظ رکھا ہے''۔(۲۰)

امام ابن تیمیہؒ بھی اسے دیگر تفاسیر کی نسبت قرآن و سنت کے زیادہ قریب اور بدعات وضعیف احادیث سے مبرا سمجھتے ہیں:۔

"وقد سئل عن أی التفاسیر أقرب الی الکتاب والسنة؟ الزمخشری؟ ام القرطبی؟ ام البغوی؟ أم غیر ہولاء؟ وأما التفاسیر الثلاثة المسؤول عنہا، فأسلمہا من البدعة والأحادیث الضعیفة البغوی".(۲۱)

حافظ محمدؒ نے ایک اور جگہ بھی اس کے بالماثور ہونے کا ذکر کیا ہے:۔

''ہے اوہ تفسیر میانی نہ کچھ کمی نہ بہت درازی
نال حدیثاں باسناداں واہ واہ عمدہ تازی''(۲۲)

صاحب کشف الظنون نے اسے صحابہ تابعین، اتباع تابعین کے اقوال کی جامع احادیث نبویہ سے آراستہ اور احکام شرعیہ سے پیراستہ خیال کیا ہے۔(۲۳)

شیخ الاسلام صدیق حسن القنوجیؒ اسے ایسی تفسیر قرار دیتے ہیں جو تحقیق و تدقیق کی محتاج نہیں:۔

"تفسیر من التفاسیر التی لا تحتاج الی تحقیق و تدقیق".(۲۴)

غلام احمد حریری کے نزدیک یہ کتاب بذات خود نہایت عمدہ بہت سی کتب تفسیر بالماثور سے افضل و احسن

اور ہر طبقہ کے علماء کے مابین مقبول ومتداول ہے۔(۲۴)

حافظ صاحبؒ مزید لکھتے ہیں:۔

معالم والا محی السنہ اہل حدیث
ایہائی
پنجویں صدی اندر اوس عمدہ ایہ تفسیر
بنائی
اصحاباں ہور تابعینا ندا مذہب اکثر
لیاوے
یا نال حدیث کرے تفسیر آیت دی
جتھے پاوے(۲۵)

۶۔تفسیر مظہری:

تفسیر محمدی کا دوسرا سب سے اہم ماخذ تفسیر مظہری ہے۔حافظ صاحب نے تفسیر معالم التنزیل کے بعد سب سے زیادہ تفسیر مظہری سے استفادہ کیا ہے اور آیات کا شان نزول انہیں دو تفسیروں سے اخذ کیا ہے۔ آپؒ اس کے متعلق تفسیر محمدی کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''اس تھیں پچھے شان نزول معالم کنوں لیاندے
جو مظہری کنوں یا ہور کتابوں لکھے نام تنہاندے(۲۶)

قاضی ثناء اللہ صاحب کے زمانے تک عربی زبان میں جو تفسیریں رائج تھیں وہ زیادہ تر شوافع کی لکھی ہوئی تھیں۔ بیضاوی اپنے دقیق اسلوب اور علمی نکات کی وجہ سے دروس میں شامل تھی۔لیکن بیضاوی میں عبارت کا اختصار رمز واشارے کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔مصنف چونکہ مذہباً شافعی ہیں۔ اس لیے فقہی مباحث میں حنفیوں کے نقطہ نظر کی وضاحت نہیں ہوتی۔ ہندوستان کے باشندے زیادہ تر حنفی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے طلبا کو اس کے مطالعے میں بڑی الجھنیں ہوتی ہیں۔قاضی صاحب نے انہیں حالات کے پیش نظر قرآن مجید کی مفصل تفسیر دس جلدوں میں لکھی اور اپنے پیر و مرشد حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے نام پر تفسیر مظہری اس کا نام رکھا۔ اس کتاب میں انہوں نے ضروری تفسیر کے ساتھ مسائل کی تشریح میں حنفیوں کے نقطہ نظر کو مدلل طور پر پیش کیا ہے۔(۲۷)

اور الفاظ کی تشریح اور معنی و مطالب کے ساتھ ساتھ مسائل کی تشریح میں حنفیوں کے نقطہ نظر کو مدلل طور پر پیش کیا ہے۔(۲۸)

کسی ہندی نژاد کے قلم سے عربی زبان میں لکھی جانے والی غالباً یہ سب سے پہلی واحد تفسیر ہے جو اتنی تفصیلی، اس قدر جامع اور ایسی سادہ اور واضح ہے اور امتداد زمانہ کے باوجود جس کی شہرت و مقبولیت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔(۲۹)

تفسیر مظہری کا علمی مقام و مرتبہ:

یہ عربی زبان میں سات جلدوں پر مشتمل معروف ترین تصنیف ہے۔ یہ تفسیر پہلے دہلی پھر دوسری بار حیدر آباد (دکن) سے دس جلدوں اور بعد میں بارہ جلدوں میں شائع ہوئی۔ اسے اصول تفسیر کی بنیاد پر انتہائی دقیق اسلوب میں تصنیف کیا گیا ہے۔(۳۰) الفاظ قرآن کی تفسیر و تشریح اور معانی و مطالب کے ساتھ ساتھ مسائل کی تشریح و تصریح میں احناف کے نقطہ نظر کو دلائل کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ تفسیر اہل احناف کے لیے انتہائی اہمیت کی حامل ہے اور مسلک حنفی کی ترجمانی میں نبیادی تفسیر کی حیثیت رکھتی ہے۔(۳۱)

تفسیر مظہری کا مقام و مرتبہ بیان کرتے ہوئے محمد نبی بخش حلوائی اپنی تفسیر ''تفسیر نبویؐ'' میں تحریر فرماتے ہیں:۔

فر پانی پت دے قاضی مظہری ہے تفسیر بنائی — نقشبندی تے حنفی مذہب ہویا اہل صفائی
شاہ عبدالعزیز جہاں جس تائیں بیہقی وقت بتایا — وڈا محقق فاضل کامل ملکیں فیض کھنڈایا
باہجہ رعایت سخن کرے اوہ نال صحاح اخباراں — قصے وضعی بھی رد کردا جیوں خازن گلزاراں
ایہ تفسیر مدلل بہونھ وچ حنفی مذہب جانی — لکھوی بھی کچھ موافق اپنے اوتھیں کرے عیانی(۳۲)

تفسیر مظہری کا اسلوب سادہ اور بے تکلفانہ ہے۔قاضی صاحب نے امام جلال الدین سیوطیؒ کی تفسیر ''درمنثور'' کا طرز اختیار کیا ہے۔ یہی طرز سلف صالحین کا ہے۔آپ ہر آیت کے مضمون کو احادیث نبوی علیہ السلام اور اقوال سلف سے واضح فرماتے ہیں۔ چونکہ بنیادی طور پر وہ ایک حنفی فقیہہ ہیں۔ اس لیے آیات قرآنی سے فقہی مسائل اور شرعی احکام کا استنباط نہایت اچھے انداز سے کرتے ہیں۔لیکن ساتھ ہی احناف و شوافع وغیرہ کے نظریاتی اختلافات بھی واضح کر دیے ہیں۔

تفسیر مظہری میں فقہ کے بے شمار مسائل بکھرے پڑے ہیں۔ اور تاریخ ادبیات کے بیان کے مطابق

اگران مسائل کو جمع کیا جائے تو ایک اچھی خاصی کتاب الفتاویٰ مرتب ہوسکتی ہے۔(۳۳)

۷۔مفاتیح الغیب المعروف بہ تفسیر کبیر:

تفسیر مفاتیح الغیب جو تفسیر کبیر کے نام سے مشہور ہوئی۔ایک معلوماتی وعلمی تفسیر ہے۔ اس تفسیر کو امام ابوعبداللہ محمد بن عمر بن حسین رازی نے تصنیف کیا۔ اس میں علم الکلام اور علم طبیعہ کے بارے میں مفید معلومات پائی جاتی ہیں۔امام رازی نے کونیات کی بحث میں خصوصی دلچسپی لی ہےاور آیات احکامات کی تفسیر کرتے ہوئے مختلف فقہاء کے مذاہب بیان کیے ہیں۔پھران کی تاویل وتفسیر کرتے ہوئے امام شافعیؒ کی تائیدوحمایت میں بکثرت دلائل بیان کرتے ہیں۔آپ امام بغویؒ کے شاگردوں میں سے ہیں۔

تفسیر کا مقام ومرتبہ:

تفسیر کبیر پہلے آٹھ ضخیم جلدوں پر مشتمل تھی جو بعد میں مصر سے بتیس جلدوں میں شائع ہوئی۔تاریخ تفسیر کی کتب سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امام رازیؒ اپنی زندگی میں اپنی تفسیر کبیر کو مکمل نہ کر سکے تھے۔(۳۴)

ابن خلکان نے بھی اس کی تائید کی ہے۔(۳۵)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تفسیر کبیر کیسے مکمل ہوئی؟ امام رازیؒ نے کہاں تک لکھی اوراس کی تکمیل کس نے کی؟ اس کا قطعی و شافعی جواب دینا آسان نہیں اس لیے کہ اس ضمن میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔(۳٦)

حاجی خلیفہ کے خیال میں شیخ نجم الدین احمد بن محمد متوفی ۷۲۷ھ نے تفسیر کبیر کا تکملہ لکھا۔جو حصہ ناقص تھااس کی تکمیل شہاب الدین بن خلیل دمشقی متوفی ٦۳۹ھ نے کی۔(۳۷)

ایک رائے یہ بھی ہے کہ امام رازی نے یہ تفسیر سورہ انبیاء تک تحریر کی۔بعدازاں شہاب الدین دمشقی نے اس کا تکملہ لکھنا شروع کیا مگراس کی تکمیل نہ کر سکے۔ پھر شیخ نجم الدین نے باقی ماندہ حصہ کو مکمل کیا۔(۳۸)

لیکن حیرت کی بات تو یہ ہے کہ تفسیر زیرتبصرہ کا قاری قطعاً یہ محسوس نہیں کرتا کہ یہ ایک شخص کی تصنیف ہے یااس کے لکھنے والے ایک سے زیادہ ہیں۔پوری کتاب اتحادو یگانگت کا نادر مجموعہ ہے۔ اس کتاب کو علماء کے حلقہ میں حددرجہ شہرت وقبولیت حاصل ہوئی اوراس کی وجہ اس کے ٹھوس علمی مباحث ہیں۔(۳۹)

ابن خلکان کے بقول امام رازی نے اس تفسیر میں ہر انوکھی بات یکجا کر دی ہے۔(۴۰)

تفسیر کبیر کا مقام و مرتبہ بیان کرتے ہوئے غلام احمد حریری اسے انسائیکلوپیڈیا قرار دیتے ہیں۔(۴۱)

حاجی خلیفہ کے خیال میں یہ حکماء و فلاسفہ کے اقوال کا پلندہ ہے۔(۴۲)

بعض علماء نے کہا ہے کہ تفسیر کبیر میں تفسیر کے سوا اور سب کچھ ہے۔(۴۳)

''حقیقت یہ ہے کہ امام رازی اپنی تفسیر کو گنجینۂ معلومات بنانا چاہتے تھے جس بات کا آیت زیر تفسیر کے ساتھ ذرا بھی ربط و تعلق ہوتا وہ تحریر کر دیتے''۔(۴۴)

یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر صبحی صالح تفسیر کبیر کی بے شمار خصوصیات کے معترف ہیں۔(۴۵)

ان تمام حوالہ جات سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ تفسیر کبیر تفسیر بالرائے ہے جو معلومات کا خزینہ ہے۔ جس میں آیات کے باہمی ربط و تعلق کو بیان کیا گیا ہے۔ اور ایک سورت کے اختتام کی دوسری سورت کے آغاز کے ساتھ مناسبت بیان کی گئی ہے۔ امام رازی ریاضی، علوم طبیعی اور دیگر علوم جدیدہ کا بھی کثرت سے ذکر کرتے ہیں اور فلاسفہ کے اقوال بیان کر کے ان پر کڑی تنقید کرتے ہیں۔ آیات الاحکام کی تفسیر کرتے ہوئے امام رازیؒ فقہاء کے مذاہب بیان کرتے ہیں۔ امام شافعی کے مسلک کی تائید و حمایت کرتے ہیں۔ علم الاصول نحو اور بلاغت سے متعلق مسائل بھی ذکر کرتے ہیں۔

انہیں خوبیوں کے باعث حافظ محمدؒ نے تفسیر کبیر سے استفادہ کیا اور مختلف مذاہب کے عقائد و نظریات کو واضح کرنے کے لیے اپنی تفسیر محمدی میں تفسیر کبیر کے حوالے بھی دیے ہیں۔

۸۔ انوار التنزیل و اسرار التاویل المعروف بہ تفسیر بیضاوی:

یہ تفسیر ''تفسیر بیضاوی'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا پورا نام ''انوار التنزیل و اسرار التاویل'' ہے۔ اس کے مصنف عبداللہ بن عمر بن محمد کی نسبت بیضاوی ہے۔ اسی نسبت سے یہ تفسیر مشہور ہوئی۔(۴۶)

بیضاوی ایک بلند پایہ عالم فاضل اور فقیہہ تھے۔ اپنے علاقے آذربائیجان کے عظیم ترین عالم اور شیراز کے قاضی تھے۔ آپ ایک بلند پایہ مصنف تھے۔

صاحب تفسیر محمدی حافظ محمد بن بارک اللہؒ نے علامہ بیضاوی کی تفسیر ''انوار التنزیل و اسرار التاویل'' سے استفادہ کیا اور اپنی تفسیر محمدی میں کئی مسائل کی تشریح میں تفسیر بیضاوی کے حوالے بھی دیئے ہیں۔

ڈاکٹر صبحی صالح ''تفسیر بیضاوی'' کی خصوصیات تحریر فرماتے ہیں:۔

''بیضاوی اہل السنّت کے طریقہ پر دلائل و براہین پیش کرتے ہیں۔ ساتھ ساتھ لغت کے

قواعد وضوابط بھی بیان کرتے جاتے ہیں۔ البتہ سورتوں کے اختتام پر ان کی فضیلت میں وہ جو احادیث پیش کرتے ہیں وہ اکثر ضعیف اور نا قابل اعتماد ہوتی ہیں۔ تفسیر بیضاوی کے متعدد حواشی لکھے گئے ہیں۔ ان میں شہاب خفاجی کا حاشیہ مشہور اور متداول ہے''۔(۴۷)

علامہ بیضاوی کی تفسیر متوسط الحجم اور تفسیر وتاویل دونوں کی جامع ہے۔ یہ عربی زبان کے قواعد اور اہل السنّت کے اصول وضوابط پر مشتمل ہے۔ اگرچہ بعض اوقات وہ صاحب کشاف کے معتزلی عقائد سے بھی متاثر نظر آتے ہیں۔

امام بیضاوی کا اسلوب نگارش بڑا دلکش اور جاذب توجہ ہے۔ بعض جگہ ان کی عبارت حد درجہ دقیق وعمیق ہے۔ جس کی غواصی ایک ذہین وفطین آدمی ہی کر سکتا ہے۔

''قاضی موصوف نحوی مسائل سے بھی تعرض کرتے ہیں۔ مگر بہت کم۔ فقہی مسائل کے تذکرہ کے دوران وہ امام شافعی کے مسلک کی تائید میں دلائل و براہین ذکر کرتے ہیں۔ بیضاوی اسرائیلیات کا تذکرہ بہت کم کرتے ہیں''۔(۴۸)

اہل علم کے نزدیک تفسیر بیضاوی مدح وتوصیف سے بالا اور عظیم الشان کتاب ہے۔ اس میں جو مباحث اعراب اور معانی و بیان سے متعلق ہیں وہ تفسیر کشاف سے ماخوذ ہیں۔ حکمت وکلام سے وابستہ معلومات تفسیر کبیر سے لیے گئے ہیں۔ اشتقاق سے متعلق مسائل راغب اصفہانی کی تفسیر سے مستفاد ہیں۔ جو نکات ودقائق بیضاوی نے اپنی فکر رسا سے اختراع کیے ہیں وہ اس پر مزید ہیں۔ چونکہ بیضاوی متبحر عالم تھے۔ اس لیے آپ نے جملہ علوم وفنون میں شہسواری کے جوہر دکھائے ہیں۔

۹۔ تفسیر مدارک:

تفسیر مدارک کا پورا نام ''مدارک التنزیل وحقائق التاویل'' ہے۔ اس تفسیر کو علامہ نسفیؒ نے تصنیف کیا ہے۔ جن کا اسم گرامی عبداللہ بن احمد بن محمود اور کنیت ابوالبرکات ہے۔ نسبت نسفی ہے۔ نسف ماوراء النہر میں ایک شہر کا نام ہے۔(۴۹)

علامہ نسفی ایک بہت بڑے عالم تھے۔ بڑے عابد وزاہد اور آئمہ مجتہدین ومعتبرین میں شمار ہوتے تھے۔ مسلکاً حنفی تھے اور حدیث نبوی اور فقہ واصول کے یگانہ روزگار امام تھے۔ قرآن مجید کے زبردست مفسر تھے۔

آپ کی تفسیر ''مدارک التنزیل وحقائق التاویل'' ایک عمدہ اور اعلیٰ تفسیر ہے۔ اس کی عبارت مختصر اور سلیس ہے۔ یہ ایک متوسط القامت تفسیر ہے۔ نہ بہت طویل اور نہ زیادہ مختصر۔ امام نسفیؒ نے تفسیر بیضاوی اور

کشاف سے اخذ کیا ہے۔اس تفسیر میں اعراب وقرأت کے مختلف وجوہ واقسام پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ امام نسفیؒ آیات احکام کی تفسیر کرتے ہوئے آیت سے متعلق فقہی مذاہب ومسالک بیان کرتے ہیں۔حنفی المسالک ہونے کی وجہ سے حنفی مسلک کی حمایت اوردوسرے مسالک کی تردید کرتے ہیں۔

تفسیر نسفی کے بارے میں ڈاکٹر صبحی صالح اپنی کتاب ''علوم القرآن'' میں تحریر فرماتے ہیں:۔

''تفسیر نسفی کا خاص موضوع اہل السنۃ والجماعۃ کی تائیداوراہل البدعۃ والاھواء کی تردید ہے۔ یہ تفسیر وجوہِ اعراب وقرأت کی جامع ہے۔ نہایت مختصر عبارت میں قرآنی بلاغت پر روشنی ڈالی گئی ہے''۔(۵۰)

حافظ محمدؒ نے فقہی مذاہب ومسالک کے نظریات وعقائد اوران کے نقطہ ہائے نظر کو سمجھنے کی غرض سے تفسیر مدارک سے استفادہ کیا ہے۔

۱۰۔تفسیر الجلالین:

تفسیر جلالین ایک مشہور ومعروف عربی تفسیر ہے۔اس تفسیر کو دوجلیل القدر ائمہ جلال الدین المحلی اور جلال الدین السیوطی نے تصنیف کیا۔جو بڑی مختصر اور جامع ہے۔ اور عربی تفاسیر میں اعلیٰ مقام کی حامل ہے۔حافظ صاحبؒ نے اس تفسیر سے نہ صرف استفادہ کیا بلکہ اپنی تفسیر محمدی میں اس تفسیر کے حوالے بھی دیئے ہیں۔

جلال الدین المحلی نے یہ تفسیر آغاز سورۃ الکہف سے سورۃ الناس تک تحریر کی۔پھر سورۃ الفاتحہ سے آغاز کیااورابھی یہ سورت ختم ہی کرپائے تھے کہ خالق حقیقی سے جاملے۔بعدازاں جلال الدین السیوطی نے اس تفسیر کی تکمیل کی۔چنانچہ اس کو سورہ البقرہ سے شروع کرکے سورۃ الاسراء پر ختم کر دیا۔سورۃ الفاتحہ کی تفسیر جوجلال الدین المحلی کی تحریر کردہ تھی ان کی تفسیر کے آخر میں سورۃ الناس کے بعد لگادی''۔(۵۱)

جلال الدین المحلی نے قرآن مجید کے نصف ثانی کی تفسیر نہایت مختصر دلکش اورعمیق عبارت میں تحریر کی ہے۔بعد میں جلال الدین السیوطی نے ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تفسیر کو زیادہ وسعت نہ دی اوراسی طرز و انداز پر پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ تفسیر جلالین کا قاری دونوں تحریروں میں فرق وامتیاز محسوس نہیں کرسکتا۔حیرت کی بات ہے کہ تفسیر قرآن کے مختلف گوشوں میں سے کسی گوشہ میں بھی کوئی مخالفت نظر نہیں آتی۔

معروف مصنف غلام احمد حریری اسے اپنے فن میں عدیم النظیر قرار دیتے ہیں۔یہ تمام تفاسیر سے زیادہ

مقبول ومتداول اور کثیر النفع ہے۔ بکثرت علماء نے اس پر تعلیقات وحواشی تحریر کیے ہیں۔(۵۲)

۱۱۔تفسیر درمنثور:

جلال الدین سیوطیؒ کی تفسیر جو درمنثور کے نام سے مشہور ہے۔اس کا پورا نام ''الدرالمنثور فی التفسیر الی ثور'' ہے۔یہ تفسیر بالماثور کی ایک معتبر اور مستند کتاب ہے۔اس کو جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی نے تصنیف کیا ہے۔آپ شافعی المسلک تھے۔ آپ کے شیوخ واساتذہ کی تعداد ۵۱ (اکاون) ہے۔

سیوطی ایک بہت بلند پایہ عالم تھے۔ علم حدیث اور اس کے متعلقہ علوم وفنون متون واسانید رواۃ و رجال اور استنباط احکام میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ پانچ صد سے زائد کتب کے مصنف ومولف ہیں۔ آپ کی تصانیف کو بہت پذیرائی حاصل ہوئی۔

آپ کی تصنیف تفسیر درالمنثور فی التفسیر الماثور ایک مستند تفسیر ہے۔جس میں صرف تفسیری اقوال وآثار پر اکتفاء کیا گیا ہے اور اپنی رائے کو جگہ نہیں دی گئی۔ انہی خوبیوں کے پیش نظر حافظ محمد صاحبؒ نے تفسیر درالمنثور سے بھی استفادہ کیا۔

۱۲تفسیر احمدی:

اس کا پورا نام ''التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الایات الشرعیہ'' ہے۔اس کو احمد بن ابوسعید نے تصنیف کیا ہے۔تفسیر احمدی کے مصنف کے متعلق حافظ صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

> ''احمد جسوں لوگ ملاجیون آکھدے ہیں جونپور دارہن والا جس نے کتاب اصول فقہ دی نورالانوار لکھی ہے''۔(۵۳)

ملاجیون کتنے بلند پایہ عالم تھے اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ وہ اورنگ زیب عالمگیر کے استاد تھے۔اور عالمگیر ان کے تبحر علمی کے بہت قائل تھے۔

یہ کتاب پورے قرآن کی تفسیر نہیں ہے بلکہ اس میں صرف ان آیات کی تفسیر بیان کی گئی ہے جو اوامر و نواہی سے متعلق ہیں۔ اس کتاب کے دیباچے میں ملاجیون نے لکھا ہے کہ اب تک کسی شخص نے ایسی آیات جمع کرنے اور ان کی تفسیر لکھنے کی کوشش نہیں کی ہے جن سے احکام اخذ کیے جاتے ہیں۔انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ لڑکپن میں یہ سن رکھا تھا کہ امام غزالی نے اس قسم کی پانچ سو آیات جمع کی ہیں۔مگر جب ان کو حاصل

کرنے کی کوشش کی گئی تو معلوم ہوا کہ یہ بیان درست نہیں۔(۵۴)

محمد طاہر مصطفیٰ کے نزدیک بھی یہ کتاب پورے قرآن کی تشریح نہیں ہے بلکہ اس میں صرف ان آیات کی تفسیر کی گئی ہے جن کا تعلق امرونواہی سے ہے۔ کتاب کے شروع میں ملاجیون نے ایسی تمام آیات کی فہرست درج کی ہے۔ جن سے احکام اخذ کیے گئے ہیں۔(۵۵)

''یہ ایسے احکام شرعیہ سے بحث کرتی ہے جنہیں فقط قرآن حکیم ہی سے مستخرج کیا گیا ہے''۔(۵۶)

۱۳۔الفوز الکبیر:

اس کا پورا نام ''الفوز الکبیر فی اصول تفسیر'' ہے۔ یہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی تصنیف ہے۔ جس میں آپؒ نے قرآن مجید کی تفسیر کے اصول بیان کیے ہیں۔ اس کتاب سے بھی حافظ صاحبؒ نے استفادہ کیا ہے۔ اور اس میں بیان ہونے والے اصولوں کو تفسیر محمدی کی تصنیف میں ملحوظ رکھا ہے۔

شاہ صاحب نے یہ کتاب فارسی میں لکھی جس کا مدراس کے ایک شخص نے عربی میں ترجمہ کیا۔ تاحال مترجم کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔(۵۷)

محمد ناظم سہارنپوری کے خیال میں الفوز الکبیر فی اصول تفسیر اپنی خصوصیات و بیش بہا فوائد وقیمتی ثمرات کے لحاظ سے بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ آپ نے اس میں بہت سے ایسے اصول منضبط فرمائے ہیں جنہیں سمجھ کر تفسیر کا مطالعہ بڑا آسان ہوجاتا ہے۔(۵۸)

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے شہرہ آفاق تصنیف میں اصول تفسیر کے مختلف پہلوؤں پر نہایت شاندار طریق سے روشنی ڈالی ہے۔(۵۹)

۱۴۔تفسیر الکشاف:

اس تفسیر کا پورا نام ''الکشاف عن حقائق التنزیل'' ہے۔ اس تفسیر کو زمخشریؒ نے تصنیف کیا ہے۔ جن کا نام محمود بن عمر، کنیت ابوالقاسم، نسبت خوارزمی حنفی معتزلی ہے۔ چونکہ آپ عرصہ دراز تک مکہ میں مقیم رہے تھے اس لیے ''جاراللہ'' (اللہ کا پڑوسی) کے لقب سے مشہور ہوئے۔(۶۰)

تفسیر الکشاف کا علمی مقام بیان کرتے ہوئے غلام احمد حریری لکھتے ہیں:۔

''اگر معتزلی نظریات سے صرف نظر کرلیا جائے تو کشاف ایک ایسی تفسیر ہے جس سے پہلے

اس قسم کی تفسیر مرتب نہیں ہوئی تھی۔ اس میں قرآن حکیم کے وجوہِ اعجاز اور قرآنی عبارت و بلاغت پر نہایت عمدہ انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ زمخشری صحیح معنی میں اس کے اہل بھی تھے۔ وہ متعدد علوم وفنون میں اپنے اقرآن وامائل پر فائق تھے''۔(٦١)

''بلاشبہ زمخشری کی تفسیر ایک خالص عقلی اور معقولیت پسند تفسیر ہے۔ جس میں عقل کا پورا پورا عمل دخل پایا جاتا ہے''۔(٦٢)

۱۵۔ تفسیر زاہدی:

اس تفسیر کے مصنف میر محمد زاہد بن قاضی محمد اسلم ہروی، کابلی، ہندی (۱۱۰۱ھ۔۱۶۸۹ء) یہ اپنے عہد کے بہت بڑے عالم تھے۔ شاہ جہان اور اورنگ زیب دونوں کے زمانہ میں مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ آخر عمر میں ان کو اورنگ زیب نے کابل میں صدر مقرر کیا تھا۔ فلسفہ اور علم مناظرہ سے ان کو خاص دلچسپی تھی۔ ان کی تصانیف ہند میں بہت قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ حافظ محمدؒ نے اس تفسیر سے بھی استفادہ کیا۔(٦٣)

۱٦۔ دیگر ماخذ:

مذکورہ بالا مآخذ کے علاوہ تفسیر عباسی جو کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی تفسیری روایات کی طرف نشاندہی کا اس دور میں اسلوب تھا۔ ایک ماخذ ہے۔ اس کے علاوہ غنیۃ الطالبین، الاتقان، فقہ اکبر، ایضاح الحق جیسی مشہور کتب بھی تفسیر محمدی کے ماخذ میں شامل ہیں۔

تفسیر محمدی کے مآخذ کا تعارف اور علمی مقام ومرتبہ اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ حافظ محمد بن بارک اللہؒ کی تفسیر محمدی بلاشبہ ایک بلند پایہ تفسیر ہے۔ اس تفسیر کو پنجابی تاریخ تفسیر میں اولیت کا درجہ حاصل ہے۔ اور یہ ایک جامع وعلمی تفسیر ہے۔ جو مرجہ تفسیری اصولوں کے مطابق تحریر کردہ تفسیر بالماثور کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ تفسیر اپنے قاری کو ضخیم علمی کتب سے بے نیاز کر دینے والی تصنیف ہے۔

حوالہ جات

۱۔ صارم، عبدالصمد، الازہری، تاریخ القرآن، ادارہ علمیہ دھنی رام روڈ، نئی انارکلی، لاہور، ۱۹۶۳، ص ۲۲۸

۲۔ دہلوی، محمد رحیم بخش، حیات ولی، المکتبہ السّلفیہ، لاہور، ۱۹۵۵، ص ۵۸۵

۳۔ عثمانی، محمد نسیم، ڈاکٹر، اردو میں تفسیری ادب، عثمانیہ اکیڈمک ٹرسٹ، ایس ٹی ۵/۱۰، گلشن اقبال کراچی، ۱۹۹۴، ص ۸۱

۴۔ محمد طاہر مصطفیٰ، تفسیری رجحانات کا ارتقا، شکیل سنز اردو بازار، راولپنڈی، ۱۹۹۳ء، ص ۱۶۵

۵۔ لکھوی، حافظ محمد، تفسیر محمدی ملقب بہ موضح فرقان، مکتبہ اصحاب الحدیث، حسن مارکیٹ مچھلی منڈی، اردو بازار لاہور، ۲۰۰۲ء، ج ۱، ص ۲

۶۔ اردو میں تفسیری ادب، ص ۸۵

۷۔ تاریخ القرآن، ص ۱۴۶۔۱۴۷

۸۔ تفسیری رجحانات کا ارتقاء، ص ۱۹۳

۹۔ نقوی، جمیل، اردو تفاسیر (کتابیات)، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۲ء، ص ۲۷

۱۰۔ اردو میں تفسیری ادب، ص ۸۶۔۸۷

۱۱۔ تاریخ القرآن، ص ۱۴۶

۱۲۔ تفسیری رجحانات کا ارتقاء، ص ۱۹۳

۱۳۔ اردو تفاسیر، ص ۱۵۳

۱۴۔ اردو میں تفسیری ادب، ص ۵۰

۱۵۔ تاریخ القرآن، ص ۱۴۶

۱۶۔ تفسیر محمدی، ج ۱، ص ۲۔۳

۱۷۔ البغوی، الامام حسین بن مسعود، تفسیر معالم التنزیل، مطبعۃ الاستقامۃ، مصر، ۱۳۸۱ھ، ج ۱، ص ۳

۱۸۔ حریری، غلام احمد، تاریخ تفسیر و مفسرین، ملک سنز پبلشرز، کارخانہ بازار، فیصل آباد، ۱۹۹۳ء، ص ۲۱۶

۱۹۔ ایضاً، ص ۳۱۷

۲۰۔ احمد بن عبدالحلیم، اصول تفسیر اردو، المکتبہ السّلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور، ۲۰۰۱ء، ص ۴۶

۲۱۔ احمد بن عبدالحلیم، فتاویٰ ابن تیمیہ، مطبع کردستان العلمیہ، ۱۳۲۹ھ، ج ۲، ص ۱۹۳

۲۲۔ تفسیر محمدی، ج ۱، ص ۲

۲۳۔ حاجی خلیفہ، کاتب چلپی، کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون، طبعہ وکالۃ العارف الجلیلۃ، باستنبول، ۱۳۶۰ھ، ج ۲، ص ۲۸۵

۲۴۔ القنوجی، علامہ صدیق حسن، ابجد العلوم، المکتبہ القدوسیہ، اردو بازار لاہور، ۱۹۸۳ء، ج ۱، ص ۳۷۶

۲۵۔ تاریخ تفسیر ومفسرین، ص ۲۱۷

۲۶۔ تفسیر محمدی، ج ۲، ص ۱۷۲

۲۷۔ قدوائی، ڈاکٹر محمد سالم، ہندوستانی مفسرین کی عربی تفسیریں، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ۱۹۷۳ء، ص ۹۸

۲۸۔ اردو میں تفسیری ادب، ص ۴۶

۲۹۔ ایضاً، ص ۴۱۴

۳۰۔ الحسینی، قاضی محمد زاہد، تذکرۃ المفسرین، دارالارشاد، اٹک، پاکستان، ۱۴۰۱ھ، ص ۱۷۵

۳۱۔ اردو میں تفسیری ادب، ص ۴۶۔۴۷

۳۲۔ حلوائی، نبی بخش، محمد، تفسیر نبوی، مطبع کریمی واقع لاہور، ۱۹۳۰ء، ص ۶

۳۳۔ فیوض الرحمٰن، ڈاکٹر حافظ قاری، تعارف قرآن، مکتبہ مدینہ، ۱۷، اردو بازار، لاہور، س ن، ص ۲۵۲

۳۴۔ ایضاً، ص ۲۴۶

۳۵۔ ابن خلکان، شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر، وفیات الاعیان، مکتبہ النھضۃ المصریۃ، ۹ شارع عدلی باشا، القاہرہ، ۱۹۴۸ء، ج ۲، ص ۲۶۷

۳۶۔ تاریخ تفسیر ومفسرین، ص ۲۶۴

۳۷۔ کشف الظنون، ج ۲، ص ۲۹۹

۳۸۔ تاریخ تفسیر ومفسرین، ص ۲۶۵

۳۹۔ ایضاً

۴۰۔ وفیات الاعیان، ج ۲، ص ۲۶۷

۴۱۔ تاریخ تفسیر ومفسرین، ص ۲۶۷

۴۲۔ کشف الظنون، ج ۱، ص ۲۳۰

۴۳۔ ایضاً

۴۴۔ تاریخ تفسیر ومفسرین، ص ۲۶۸

۴۵۔ صبحی صالح، ڈاکٹر، علوم القرآن، ملک سنز پبلشرز، کارخانہ بازار، فیصل آباد، ۱۹۷۸ء، ص ۴۱۹

۴۶۔ تاریخ تفسیر ومفسرین، ص ۲۶۸

۴۷۔ علوم القرآن، ص ۴۱۹
۴۸۔ تاریخ تفسیر و مفسرین، ص ۲۶۹۔۲۷۰
۴۹۔ ایضاً، ص ۲۷۲
۵۰۔ علوم القرآن، ص ۴۱۹۔۴۲۰
۵۱۔ تاریخ تفسیر و مفسرین، ص ۲۸۹
۵۲۔ ایضاً، ص ۲۹۱
۵۳۔ تفسیر محمدی، ج ۱، ص ۱۲
۵۴۔ زبید احمد، ڈاکٹر، عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور، ۱۹۷۳ء، ص ۴۸
۵۵۔ تفسیری رجحانات کا ارتقاء، ص ۱۹۴
۵۶۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور، ۱۹۶۲ء، ج ۷، ص ۶۰۵
۵۷۔ عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ، ص ۵۸
۵۸۔ سہارنپوری، مولانا محمد ناظم، آئینہ تفسیر، شرح الفوز الکبیر، عظیم بک ڈپو، جامع مسجد دیوبند، ۱۹۸۳ء، ص ۶
۵۹۔ تفسیری رجحانات کا ارتقا، ص ۱۶۶
۶۰۔ تاریخ تفسیر و مفسرین، ص ۳۳۷
۶۱۔ ایضاً، ص ۳۳۸
۶۲۔ علم تفسیر و مفسرین، ص ۳۹
۶۳۔ عربی ادبیات میں پاک و ہند کا حصہ، ص ۲۷۰